ملفوظاتِ حضرت بنوری

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

(دوسرا و آخری حصہ)

جمع وترتیب: مولانا نورالرحمٰن

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس اللہ سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے ''مفتاحاً للخیر مغلاقاً للشر'' بنایا تھا اور یوں تو آپ کا ہر قول وفعل امت کے لیے مینارہ نور ہے، لیکن آپ کے بعض اقوال ایسے ہیں کہ جن کے پڑھنے اور سننے سے ''فرحت منہا القلوب وذرفت منہا العیون'' کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ مولانا نورالرحمٰن زید مجدہم نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف مضامین کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ کے ایمان افروز اقوال جمع کیے ہیں، پڑھنے والا اس سے حلاوتِ ایمانی محسوس کرے گا اور اہل مدارس ان کو بہترین رہبر ورہنما اور مرشدِ کامل کے درجے میں پائیں گے......... ان شاء اللہ تعالیٰ!

مدرسہ کے لیے حضرت کی اولاد کی قربانی:

''اس دینی مدرسہ کے لیے ہم نے اپنی عزیزہ لخت جگر کو قربان کر دیا، اللہ تعالیٰ ہماری قربانی قبول فرمائیں اور جس عظیم مقصد کے لیے ہم نے اپنے آپ کو، اہل وعیال کو قربان کیا ہے، اپنی رحمت سے اس مقصد میں ہمیں کامیاب فرمائیں۔''

نوٹ: چونکہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کراچی میں مدرسہ کے کاموں میں مصروف اور مشکلات میں سرگرداں تھے اور اُدھر ٹنڈو الہ یار میں حضرت کی صاحبزادی فاطمہ مرحومہ کی آنکھ میں کوئی شدید تکلیف پیدا ہوئی اور علاج دوا کرنے والا کوئی موجود نہ تھا، نتیجۃً آنکھوں کی بینائی بالکل جاتی رہی اور علاج کے مرحلہ سے گزر چکی، حضرت نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

مدرسہ کے اساتذہ شریکِ کار ہیں، ملازم نہیں:

''ہم سب اساتذہ وغیرہ کی مثال مشین کے پرزوں کی ہے، جس میں چھوٹے بڑے پرزے سب ہی

اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور ہم سب ایک کشتی کے مسافر ہیں اور اس کشتی کو کنارے تک پہنچانا ہم سب کا فرض ہے۔" اساتذہ سے فرمایا: "ہم سب ایک منزل کے مسافر ہیں اور ایک ہی کشتی میں سوار ہیں، اپنی اپنی طاقت اور اخلاص کے مطابق اس کشتی کو منزل مقصود تک لے کر چلنا ہے، آپ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارا کوئی افسر ہے اور ہم اس کے ماتحت ہیں، ہمارے مدرسے کی بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر قائم ہے۔"

حضرتؒ کی اخفاء پسندی اور شہرت ونمود سے دوری:

"گویا فکرِ معاش کی بجائے فکرِ معاد کو پیدا کرنے کی فکر تھی، اگر ادارہ کے نام کے بغیر کام چلتا تو قطعاً نام نہ رکھتے، مگر چونکہ یہ ممکن نہ تھا، اس لیے ابتدا میں صرف "مدرسہ عربیہ" نام رکھا تھا اور فرمایا کہ: اصل چیز کام ہے نام نہیں۔ جس کے لیے ہم نے بنایا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور لوگ اگر اس مدرسہ کو پرائمری سمجھتے ہیں تو کیا کوئی حرج ہے؟"

مدارس میں عصری علوم کے داخل نہ کرنے سے متعلق ایک مبارک خواب:

"ایک مرتبہ ڈھاکہ میں علمائے کرام کا ایک اجلاس تھا، جس میں پاکستان کا مشرقی حصہ (موجودہ بنگلہ دیش) اور مغربی حصہ کے اکابر علمائے کرام موجود تھے، عصری علوم کا نصاب مروجہ کے ساتھ جوڑ کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ بعض علمائے کرام نے اس کی حمایت میں رائے دی اور کچھ مخالفت کر رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ علومِ عصریہ کو داخل نصاب کرنے میں حرج ہے؟ میں رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ ایک مسجد میں کھڑا ہوں اور سامنے چٹائی بچھی ہے اور اس میں یہ عبارت بنی ہوئی ہے: "**النجاة في علوم المصطفیٰ** " اور اس خواب میں پھر میں دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر پوری قوت کے ساتھ ان کلمات کے ساتھ اذان دیتا ہوں: "**النجاة في علوم المصطفیٰ سید السادات** " (سید السادات میں نے خود بڑھا دیے ہیں) صبح جاگنے پر دل میں سے یہ خیال نکل گیا اور یقین ہو گیا کہ اس دور میں بھی صرف علوم نبوت سے کامیابی ممکن ہے، عصری علوم کی ضرورت بالکل بے معنی ہے۔"

نصاب میں قدیم علوم کی ترجیح:

"نصاب کے متعلق فرمایا: "ہم ان قدیم علوم کو مٹانا نہیں چاہتے، بلکہ ان علوم میں صحیح نصاب پیدا کرنے کے لیے بہتر کتابوں کو داخل کرنا چاہتے ہیں، یعنی اس سلسلہ میں تجدید نہیں بلکہ تقادم چاہتے ہیں۔"

غبی صالح طالب علم، بے دین ذہین طالب علم سے بہتر ہے:

''ایک غبی دین دار طالب علم برداشت کیا جا سکتا ہے، مگر ذکی بے دین ہرگز برداشت کا حامل نہیں ہے، اور کبھی فرماتے: میرے نزدیک غبی صالح افضل ہے ذکی فاسق سے اور میں جب صبح کو نماز کے لیے نکلتا ہوں اور وضو خانے اور مسجد میں طلبہ کو زیادہ تعداد میں دیکھتا ہوں تو خوشی ہوتی ہے، لیکن اگر اس کے برعکس دیکھتا ہوں تو سخت افسوس ہوتا ہے اور ''إنا لله وإنا إليه راجعون'' پڑھتا ہوں اور معذوری کے باوجود جی چاہتا ہے کہ کمروں میں جا کر سستی کرنے والوں کو خوب ماروں۔''

حضرتؒ کے ادب کی بدولت ایک کرامت کا ظہور:

''پہلی بار سنا رہا ہوں، مجھ پر ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ اگر پاؤں کی طرف کوئی بھی لکھی ہوئی چیز ہوتی میرے پاؤں کھینچ دیئے جاتے، آخر رو رو کر دعا کرتا رہا، تب یہ کیفیت ختم ہوئی۔''

برائی کا عام ہونا بہت بڑا فتنہ ہے:

''برائی کا یہ خاصہ ہے کہ جتنی وہ عام ہوتی ہے اور اس پر گرفت کا بندھن ڈھیلا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی نفرت و حقارت دلوں سے نکلتی جاتی ہے اور قلوب مسخ ہوتے جاتے ہیں اور نوبت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ وہ معیارِ شرافت بن جاتی ہے۔''

علماء وطلبہ کے لیے تہجد، نوافل اور تلاوت کا اہتمام:

''علماء وطلبہ وحفاظ کو خاص کر تہجد کی پابندی اور قرآن کریم کی تاکید کرتا ہوں۔'' فرمایا: ''قرآن بڑی نعمت ہے، میں صبح کو جب فجر کے لیے مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو میرا دل ان لوگوں کے لیے دعا کرتا ہے جو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں۔''

قرآن کی نعمت اور کثرتِ تلاوت:

''جب میں دیوبند میں طالب علم تھا تو ایک روز میں نے فجر کی نماز ایک چھوٹی سی کچی عمارت کی مسجد میں پڑھی، نماز کے بعد میں نے اپنی چادر اس کے کچے فرش پر بچھا دی اور قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی، جمعہ کی نماز تک اسی ایک نشست میں ایک ہی ہیئت پر ۲۶ پارے پڑھ لیے اور چونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مجھے دوسری مسجد میں جانا ناگزیر تھا کہ اس میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے پورا نہ کر سکا، ورنہ پورا قرآن کریم ختم کر لیتا۔''

حالانکہ حضرت بنوری رحمہ اللہ حافظ قرآن نہ تھے، جس کا انہیں افسوس رہتا اور تراویح میں تین پارے

سننے کا معمول تھا اور کھڑے ہوکر باوجود گھٹنوں کی شدید تکلیف کے، اور فرماتے: ''بیٹھ کر لطف نہیں آتا'' اور جب قرآن سنتے تو آنکھیں بے ساختہ فوارے کی طرح بہہ پڑتیں اور کبھی کبھی یہ کیفیت بین الترویحات بھی رہتی اور فرماتے: بڑی نعمت ہے قرآن!! حضرت بنوری رحمہ اللہ عاشق قرآن تھے اور خود بھی قاری تھے اور ڈابھیل میں فجر کی نماز پڑھایا کرتے تھے، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر علماء آپ کے مقتدی ہوا کرتے اور بعض اوقات بڑے بڑے قراء کی اصلاح بھی فرماتے اور آپ کو تلاوت میں تکلف اور نقل سے بڑی نفرت تھی، اگر کسی قاری نے تکلف کیا یا نقل اُتارنے کی کوشش کی تو فوراً تنبیہ فرماتے اور کبھی رکوع میں بڑے دردمندانہ انداز میں ''لا إله إلا الله استغفر الله أسئلک الجنة وأعوذبک من النار'' پڑھتے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں اور چہرہ پر اُداسی چھا جاتی اور فرماتے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ مبارک میں ''لا إلـه إلا الله'' اور استغفار کی کثرت کی تلقین فرمائی ہے۔''

قرآن اور تلاوتِ قرآن سے محبت:

''ہمارے مدرسے کی بنیاد قرآن کریم کی تعلیم پر ہے'' اور حفظ کے اساتذہ کو تاکید فرماتے کہ: ''طلبہ کو قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھائیں'' اور فرمایا: ''اگر کوئی اچھا قاری نماز میں قرآن کریم پڑھتا ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنی معذوری کے باوجود گھٹنوں قرآن کریم کھڑا ہوکر سنتا رہوں۔ تمام علوم وفنون، قرآن کریم وسنتِ نبویﷺ کے غلام ہیں اور علوم قرآن اور علوم نبویﷺ کے لیے تقویٰ اور اخلاص شرط ہے، اس لیے کہ ان علوم کا تعلق اللہ رب العزت کی ذات سے ہے اور ان علوم میں انوار ہی انوار ہیں اور ان میں شغف باعثِ رحمت ونجات ہے۔''

علم دین کا مقصد:

''جو شخص علم دین عمل کے لیے حاصل نہیں کرتا، وہ ایک حیوان سے بدتر ہے، ایسا شخص علم کے انوار وبرکات سے محروم رہتا ہے۔ علم اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ انسان علم کے ذریعہ اچھے برے وصحیح وغلط میں تمیز کر سکے، ہم تم کو پیٹ پالو حیوان بنانا نہیں چاہتے۔''